پاکستان: "زندگی کا چیلنج قبول ہے۔"

["نیو کرسچین ہیرلڈ" نے ۲ اگست ۱۹۹۷ء کی اشاعت میں خاتون صحافی پپ لینڈ کا ایک مضمونچہ "Prepared For Life in Pakistan" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ خاتون صحافی جوان دنوں انگلستان میں مقیم ہے، تبشیری اور امدادی مسیحی اداروں کے ساتھ کام کر چکی ہے۔ قیامِ پاکستان کے دوران میں پپ لینڈ نے مسیحی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور مسیحی برادری کے لیے اُن کی رفاہی کاوشوں کو قریب سے دیکھا ہے، جن کا کچھ تذکرہ اس مضمون میں کیا گیا ہے۔ ذیل میں مضمون کا اُردو ترجمہ معاصر مذکور کے شکریے کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ ترجمہ شاہد فاروق کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ مدیر]

بھدّے سے خط میں دیوار پر لکھا ہوا یہ نعرہ چیخ رہا تھا: "کیا پاکستان میں مسیحی ہونا جرم ہے؟ شمالی پاکستان کے قصبے شانتی نگر کے دس ہزار مسیحیوں کے پاس ۶ فروری کے سانحہ کے بعد اس اظہار حیرت واستعجاب کی ٹھوس وجہ موجود ہے۔ اُس رات بیس ہزار مسلمانوں کے ایک ہجوم نے اُن کے گھروں کو لوٹا اور جلا کر راکھ کر دیا تھا۔

ہجوم کے غم وغصہ کا سبب ملّاؤں کا یہ الزام تھا کہ مسیحیوں نے قرآن مجید کے جلے ہوئے اوراق دیوار سے مسجد میں پھینکے تھے۔ پاکستان میں جب سے قانونِ توہین رسالت منظور ہوا ہے (۱۹۹۱ء)، مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ساری مسیحی برادری کو خوفزدہ کرنے کے لیے اسے استعمال کیا جا سکتا ہے، اور شانتی نگر میں ایسا ہی ہوا۔ حال ہی میں ایک رومن کیتھولک بشپ نے کہا ہے کہ "قانون توہینِ رسالت کے تحت مسیحیوں کے خلاف ظلم وستم معمول بن چکا ہے۔"

اٹھارہ برس پہلے، پاکستان میں مسیحیوں کے ایک چھوٹے سے گروپ نے آزاد مارشل (جو "اپسکوپل چرچ آف پاکستان" کے علاقائی بشپ ہیں) کی سرکردگی میں یہ بات محسوس کی تھی کہ جدید پاکستان میں مسیحی برادری زندگی کے مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے قطعاً تیار نہیں۔ بشپ آزاد نے بتایا کہ "بہت سے دوسرے افراد کی طرح ہمارے پیش نظر اپنے لوگوں میں شعور پیدا کرنا اور اُنہیں یہ بتانا ہے کہ ایک ایسے غالب اسلامی معاشرے میں کس طرح اپنا وجود برقرار رکھا جائے اور زندگی گزاری جائے، جہاں انتہا پسندی بڑھتی جا رہی ہے۔" اس مقصد کے حصول کے لیے اُنہوں نے "چرچ فاؤنڈیشن سیمینارز" نامی تنظیم قائم کی جو دعا اور مطالعۂ بائبل سے مسیحیوں کو قوت فراہم کرتی ہے۔

جلد ہی یہ امر واضح ہو گیا کہ ایک دوسرے مسئلے سے نمٹنا ہے، اور یہ دوسرا مسئلہ مسیحیوں کی اکثریت کا غریب اور اَن پڑھ ہونا ہے۔ بہت سے مسلمان اُنہیں اپنے سے کم تر سمجھتے ہیں اور اکثر اُنہیں دیہاتی سکولوں میں پڑھنے نہیں دیتے۔ بشپ آزاد نے بتایا کہ "ہمیں تشویش تھی کہ مسیحیت کا خاتمہ ہو جائے گا، کیوں کہ مسیحیوں کو اپنا مذہب ترک کر دینے کا تصور دیا جاتا ہے۔" مسیحیوں نے ۱۹۸۹ء میں Institution for Basic Adult Development And Training (ادارہ برائے ترقی و تربیت بالغاں) قائم کیا جسے عرفِ عام میں اختصار سے Ibadt (عبادت) کہا جاتا ہے۔ مزید برآں Ibadt کا تلفظ اردو میں خداوند کے حضور جھکنے کا نام ہے۔ اِس ادارے کا ایک اہم مقصد مسیحیوں کو کلام الٰہی کی تفہیم کے ذریعے ٹھوس بنیاد مہیا کرنا اور بنیادی مسیحی ضوابط کا علم دینا ہے جِس سے وہ مضبوط ہوں گے۔

جناب سموئیل ولیمز، جناب پی - ڈی - ولیمز اور اُن کی اہلیہ ابتدائی نوشت و خواند سکھانے والے بے لوث کارکن ہیں۔ انہوں نے "عبادت" کے ساتھ کام کرنا شروع کیا جس سے ایک موثر ٹیم بنانے میں مدد ملی۔ یہ ٹیم پنجاب کے پس ماندہ اور غربت زدہ شہری علاقوں اور دیہات میں رہنے والے مسیحیوں تک پہنچی ہے۔ اب تک بنیادی نوشت و خواند کے پروگرام سے چار ہزار سے زائد افراد استفادہ کر چکے ہیں، اور اب "عبادت"، اپنی سرگرمیاں تین دوسرے صوبوں تک پھیلا رہا ہے۔

جنوری ۱۹۹۷ء میں جب میں جناب سموئیل ولیمز کے ساتھ لاہور کے نواح میں بعض مراکز دیکھنے گئی تو پاکستان کے خوشحال اور غریب لوگوں کے درمیان موجود بہت زیادہ فرق دیکھا۔ پسماندہ شہری علاقوں کو جاتے ہوئے راستے میں قطار در قطار کھڑے چمکتے ہوئے سرخ موٹر سائیکل نظر آئے جن پر نوجوان طلبہ کالج جاتے ہیں۔

محترمہ پی - ڈی - ولیمز کی کلاس میں میں نے ۳۵ سالہ الفت کو پہلی بار فخر سے اپنا نام لکھتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایک امیر خاندان میں گھریلو ملازمہ اور آیا کی حیثیت سے کام کر کے اپنے خاندان کا پیٹ پالتی ہے۔ اگر الفت ایک موٹر سائیکل خریدنا چاہے تو اس کے لیے اسے دس سال کی مزدوری اکٹھا کرنا ہو گی۔ الفت کے سادہ، مگر صاف ستھرے صحن میں عورتوں کو پڑھاتے ہوئے مسز ولیمز کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔

میں نے دو دوسرے مراکز کا دورہ بھی کیا جن میں سے ایک چھوٹے سے کیتھولک چرچ میں واقع تھا۔ یہ چرچ مختصر سی مسیحی برادری نے اپنے لیے سڑک سے ذرا ہٹ کر تعمیر کیا ہے۔ پاکستان میں جن مسیحیوں سے مجھے ملاقات کا موقع ملا، اُن کی طرح اس مرکز کے ذمہ داروں نے بھی اپنی معاشی حالت بہتر بنانے اور ایک دوسرے کا عقیدہ مضبوط کرنے کے لیے سخت محنت کی ہے۔ شانتی نگر اس کی ایک عمدہ مثال ہے۔ اس صدی کے آغاز میں بہت سے خاندان "مکتی فوج" (Salvation

(Army) میں شامل ہو گئے تھے، اُنہوں نے اچھی خاصی خوشحال اور تعلیم یافتہ برادری بنالی ہے۔

جب فروری میں شانتی نگر کے جلاؤ گھیراؤ اور لوٹ مار کے بعد بشپ آزاد کی اہلیہ لیزلی نے علاقے کا دورہ کیا تو اُس نے محسوس کیا کہ "واضح طور پر نظر آتا تھا کہ حملہ لوگوں کو جان سے مار ڈالنے سے کہیں زیادہ اُنہیں غربت کی اُس سطح پر لے آنے کے مقصد سے کیا گیا تھا کہ وہ اپنے حملہ آوروں سے زیادہ خوشحال اور اثر ورسوخ کے مالک نہ بنیں۔"

مسز لیزلی نے مزید کہا: "ان تجربات میں جو عام سی شہادت سامنے آتی ہے، یہ ہے کہ خاندانوں نے مل کر اپنے تحفظ کے لیے خدا سے دعا کی اور وہاں کوئی جانی نقصان نہ ہوا۔"

مارچ میں لیزلی کے خاوند [آزاد مارشل]، ریورنڈ ڈاکٹر فان ڈی بجل (ہالینڈ کی "سالٹ فاؤنڈیشن" اور "عبادت" کے پروگراموں کے سربراہ) اور سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس ڈاکٹر جسٹس نسیم حسن شاہ کے ساتھ شانتی نگر گئے تاکہ "شہزادہ امن" لائبریری اور مرکز کا سنگِ بنیاد رکھا جائے۔

بشپ آزاد، لائبریری قائم کرنے کے فراخ دلانہ تحفے پر ڈاکٹر بجل کے شکر گزار ہیں۔ لائبریری کا قیام شانتی نگر کے متاثرین کی بحالی، تعمیرِ نو اور مکانوں کی مرمت کے لیے "عبادت" کے ابتدائی اقدامات میں سے ہے۔

رواداری، اخوت اور اقلیّتوں سے انصاف کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا حوالہ دیتے ہوئے بشپ آزاد مارشل نے مطالبہ کیا ہے کہ مجموعہ تغیراتِ پاکستان میں ۱۹۹۱ء کی ترامیم کو زیادہ انسانیت نواز بنایا جائے اور مسیحیوں کو موقع فراہم کیا جائے کہ معاشرے کی تمام سطحوں پر وہ گھل مل جائیں۔

پاکستان: گولڈن جوبلی اور مسیحی - مسلم مکالمہ

[اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مختلف افراد اور گروہوں کے درمیان بہتر اور خوشگوار تعلقات کے لیے ضروری ہے کہ اُن کے درمیان روابط استوار ہوں، ایک دوسرے کے خلاف کوئی غلط فہمی نہ ہو اور اگر کبھی انسانی کمزوریوں کے تحت کوئی ناگوار حادثہ ہو جائے تو اس کے منفی اثرات پر قابو پا لیا جائے۔ اس تناظر میں مسیحی - مسلم مکالے کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ مکالمہ دونوں مذاہب کے حقیقی نمائندوں کے درمیان ہو۔ وطنِ عزیز کا مختصر سا سیکولر - لبرل مسلمان طبقہ جو معاشرتی و سیاسی سطح پر مذہب کو چنداں اہمیت نہیں دیتا، مذہب کے لیے جینے اور مرنے والے کروڑوں افراد کا کسی طور نمائندہ نہیں ہو سکتا۔ ہمارے مذہب دوست مسیحی رہنماؤں کا المیہ یہ ہے کہ اُنہوں نے اولاً مسلم عوام کے حقیقی نمائندوں کے بجائے ہمیشہ سیکولر - لبرل طبقے سے مکالمے کی کوشش کی ہے۔ ثانیاً اُنہوں نے اسلام کے حوالے سے عام آدمی کی حسّاسیت کو کبھی اہمیت نہیں دی۔